مولانا دین محمد وفائی

مولانا غلام مصطفےٰ قاسمی

مولانا دین محمد وفائیؔ مرحوم جنھیں علامہ داؤد پوتا نے اپنے ایک مضمون میں سندھی زبان کی چلتی پھرتی ڈکشنری لکھا ہے، وطن عزیز کے ان عالموں، ادیبوں، صحافیوں اور مورخوں میں سے تھے۔ جن کی یاد کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا وفائیؔ تعلقہ گڑھی یاسین (ضلع سکھر) کے ایک چھوٹے سے گاؤں نبی آباد میں رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد گرامی کا نام مولوی حکیم گل محمد تھا۔ وہ ابھی نو (۹) سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ والد گرامی کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔ انھوں نے فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کی۔ اس کے بعد گڑھی یاسین میں علامہ محمد قاسم سے کچھ کتابیں پڑھیں۔ علامہ محمد قاسم سندھ اور بلوچستان کے مفتی، عربی و فارسی کے بہت بڑے عالم، سندھی زبان کے ماہر صاحب طرز ادیب اور بلند پایہ شاعر تھے۔

فلسفے اور دوسرے فنون کی تعلیم کے لیے اوستے بھلے ڈنوآباد میں سندھ کے مشہور منطقی عالم مولانا خادم حسین جتوئی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بہت فیض حاصل کیا۔ یہاں علامہ حاجی حسن اللہ پاٹائی کے خاص شاگرد اور جید عالم مولانا غلام عمر سونی جتوئی سے سیال کوٹی نصاب کی تحصیل کی اور سند فراغت حاصل کی یہ مولانا وفائی مرحوم کی تحصیل علمی کا مختصر خاکہ ہے۔

تحصیل علمی سے فراغت کے بعد رانی پور کے پیروں کے گدی نشین کے بیٹوں کی تعلیم کے لیے کچھ عرصہ رانی پور میں قیام کیا۔ اسی طرح ٹلاء کے راشدی سلسلے کے پیروں کے ساتھ ان کے

مترجم: ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہانپوری ۹/۱ علی گڑھ کالونی کراچی ۵۸۰۰ء

بچوں کی اتالیقی کی وجہ سے تعلق پیدا ہوا۔ وہاں انھیں سید رشد اللہ شاہ جھنڈے والے کی صحبت سے فیض اٹھانے کا موقع ملا۔ پیر سید رشد اللہ شاہ اپنے وقت کے بلند پایہ محدث تھے۔ حضرت پیر صاحب علیہ الرحمہ کی کوشش سے گوٹھ پیر جھنڈا (ضلع حیدرآباد) میں عربی کا بہت بڑا مدرسہ قائم ہوا تھا۔ اس کے علاوہ پیر صاحب نے ایک بڑا علمی کتب خانہ بھی قائم کیا تھا۔ جس کے لیے انھوں نے ہزاروں قیمتی کتابیں علامہ محمد ہاشم ٹھٹوی کے کتب خانہ (ٹھٹہ) سے حاصل کی تھیں۔ مولانا وفائی مرحوم نے کتب خانے سے بہت علمی فیض حاصل کیا تھا۔

اسی دوران میں آریہ سماجیوں کی طرف سے سندھ کے سنجوگی شیخوں کو شدھی کرنے کی تحریک شروع ہوئی مولانا وفائی مرحوم کے دل پر اس کا بہت اثر ہوا اس لیے انھوں نے اپنی حجرہ نشینی اور خلوت گزینی کی زندگی ترک کی اور شدھی کے فتنے کے انسداد کے لیے سندھ کے دیہات کا دورہ کیا اور دشمنانِ دین کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیا۔

شدھی اور سنگھٹن کی تحریک کے انسداد اور تبلیغ و اشاعت کے کاموں کے سلسلے میں مولانا وفائی مولانا تاج محمود امروٹی۔ مولانا محمد صادق (کھڈے والے) اور شیخ عبدالمجید صاحب (سندھی) سے بھی ملتے رہتے تھے۔ ان بزرگوں کے مشورے اور تعاون سے انھوں نے شدھی تحریک کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور بالآخر اس فتنے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے چھوڑا۔

جنگ عظیم اول کے نتیجے میں خلافت ترکی کا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا ہندوستان میں جو تحریک شروع ہوئی تھی اس کا بہت بڑا میدان سندھ تھا اس تحریک کو کامیاب بنانے، قوم کی تربیت اور اصلاح کے لیے ۱۹۲۰ء میں الوحید کے نام سے کراچی سے ایک سندھی روزنامہ جاری ہوا۔ مولانا اول دن سے اس کی ادارت میں شامل تھے، پھر اس کے با اختیار ایڈیٹر بن گئے الوحید کی ادارت سے کامل بائیس برس ان کا تعلق رہا[1]۔ تحریر و انشا کی ان میں پہلے ہی سے خدا داد صلاحیت موجود تھی۔ مولانا غلام عمر سونی حیدرآبادی کی صحبت میں کتابت و انشاء اور علمی تحریروں کی مشق نے سونے پر

---

[1] الوحید مارچ ۱۹۲۰ء میں جاری ہوا تھا مولانا وفائی مرحوم نے درمیان میں ایک سال کے وقفے کے ساتھ ۱۹۴۳ء تک اس کی ادارت کے فرائض انجام دیے۔ (ا۔س۔ش)

سہاگے کا کام کیا تھا۔ الوحید میں انھیں اپنی علمی معلومات سے کام لینے اور زورِ قلم دکھانے کا بہترین موقع ملا۔ الوحید کے فائلوں میں مولانا وفائی کے مضامین ان کے حُسنِ انشا، ذوقِ تحقیق، علمی معلومات، مطالعے کی وسعت اور تالیف و تدوین کے کمال کے شاہد عدل ہیں۔

مولانا وفائی کی تحریر وانشا کا سلسلہ الوحید سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا۔ جب انھوں نے صحیفہ قادریہ (رانی پور) اور ماہنامہ الکاشف (ٹلاٹ) جاری کیا تھا یہ سلسلہ ان کی وفات تک جاری رہا۔

الوحید کی ادارت کے ساتھ مولانا وفائی مرحوم نے 'توحید' کے نام سے اپنا ایک ذاتی رسالہ بھی جاری کیا تھا جو پہلے پندرہ روزہ تھا پھر اسے ماہنامہ کر دیا تھا۔ یہ خالص علمی، دینی، تبلیغی اور اصلاحی رسالہ تھا۔ اس کا پہلا پرچہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ بروز جمعہ مطابق ۲۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء کو نکلا تھا۔ اس میں ایڈیٹر کے نوٹ کا عنوان "عرضِ حال" تھا۔ بعد میں اسے "ملاحظات" کے عنوان سے بدل دیا گیا۔

اس سے قبل ٹلاٹ کے زمانۂ قیام میں "الکاشف" کے نام سے جو سندھی رسالہ نکالا تھا، اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سندھی زبان کا پہلا رسالہ ہے، جس میں سندھ کی تاریخ اور تمدن پر مولانا وفائی کے قلم سے معیاری علمی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۱۹۲۶ء میں مولانا نے "الحزب" کے نام سے ایک بہت خوبصورت ہفتہ وار سندھی اخبار نکالا تھا۔ الوحید سے الگ ہونے کے بعد مولانا وفائی مرحوم روزانہ آزاد کے ایڈیٹر ہو گئے۔

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم کی وطن واپسی (۱۹۳۹ء) کے بعد ان کی شاگردی اختیار کرنے کے بعد مولانا وفائی کا میلانِ تصنیف و تالیف کی طرف بہت بڑھ گیا تھا۔ ان کا زیادہ وقت علمی ادبی اور تاریخی کتابوں کے مطالعے میں گزرنے لگا تھا۔ مولانا وفائی کی عمر کا بڑا حصہ صحافت میں گزرا تھا اور صحافت کی مشغولیتوں میں تصنیف و تالیف کے کام کے لیے وقت نکالنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ اس کے باوجود مولانا مرحوم کی محنت اور شوق کا یہ نتیجہ تھا کہ انھوں نے بہت سی تالیفات و تصنیفات اور تراجم اپنی یادگار چھوڑے ہیں ان میں سے چند اہم کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) الہام الباری، ترجمہ تجرید البخاری (پانچ جلدوں میں (۲) محمد عربی (صلی اللہ علیہ وسلم)

(۲) تا (۶) چاروں خلفائے راشدین پر الگ الگ تالیفات (۷) غوث اعظمؒ (۸) خاتون جنت (۹) نومسلم ہندو رانیاں (۱۰) زندگی کا مقصد (۱۱) قرآنی صداقت (آریہ سماج تحریک کی رد میں) (۱۲) ہندو دھرم اور قربانی (۱۳) یادِ جاناں (جان محمد جونیجو مرحوم رئیس المہاجرین کا تذکرہ)، (۱۴) لطف اللطیف (۱۵) شاہ کا مطالعہ (۱۶) تذکرہ مشاہیر سندھ (چار جلدیں) اور دوسری متعدد کتابیں۔

مولانا وفائیؒ ایک صاحب طرز ادیب تھے۔ ان کی تحریر و اندازِ نگارش کا کیا کہنا۔ اس کی دل ربائی کا عالم ہی کچھ اور تھا عربی اور فارسی کا عالم ہونے کے باوجود وہ ایسی زبان لکھتے تھے۔ جسے ہر کوئی سمجھ سکتا تھا اور جس سے ہر کوئی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ عربی اور فارسی الفاظ کو ایسے سلیقے سے استعمال کرتے تھے، جس سے سندھی زبان کا حسن دوبالا اور اس کی دل ربائی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

جن لوگوں نے مولانا وفائیؒ کو دیکھا ہے، ان سے ملے ہیں اور باتیں کی ہیں اور ان کی تحریروں کا مطالعہ کیا ہے انھیں اندازہ ہوگا کہ مولانا کیسے خوش شکل، خوش لباس، خوش گفتار اور مہذب انسان اور کتنے بڑے عالم اور کیسے فاضل شخص تھے۔ البتہ جن لوگوں نے مولانا کو نہیں دیکھا انھیں سندھ کے بڑے ادیب اور مورخ سید حسام الدین راشدی کے بیان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ شکل و صورت میں کیسے اور کتنے بڑے ادیب اور کن خوبیوں کی حامل شخصیت تھے۔ راشدی صاحب مرحوم نے لکھا ہے:

"مہندی لگی ہوئی سرخ داڑھی، روشن آنکھیں، کشادہ پیشانی، دل کش ناک و نقشہ، بیضوی چہرہ — نہ زیادہ لمبا نہ بالکل گول، کھلتا ہوا گندمی رنگ، متوسط قد، مضبوط کاٹھی، سادہ لباس، سندھ کے اکابر اہل علم میں سے تھے۔ فارسی اور اردو پر عبور تھا۔ سندھی ان کی مادری زبان تھی اور اس پر ان کی مہارت مسلم تھی۔ ہوش سنبھالتے ہی قلم ہاتھ میں لیا تھا، کتنے ہی اخبار نکالے، کتنے ہی رسالے لکھے۔ سندھ میں تاریخ کے امام تھے۔ حافظہ آخر وقت تک غضب کا تھا۔ سندھ کی تاریخ پر عبور تھا اور مشاہیر کے سوانح حیات اور ان کی ولادت اور وفات کی تاریخیں تک زبانی یاد تھیں۔"

افسوس کہ ان کی موت سے سندھی زبان اپنے ایک بڑے خدمت گزار سے اور سندھی ادب اپنے ایک مائہ ناز ادیب اور صاحب طرزِ انشا پرداز سے محروم ہو گیا جس کا بدل ممکن نہیں۔ سندھی زبان کا یہ ماہر، بے بدل ادیب قابل فخر عالم، عظیم مورخ اور بلند پایہ صحافی ۱۸ اپریل ۱۹۵۰ء کو ہم سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گیا۔